

# محاسن کثر الایمان

مک شہید محمد قاسم اعوان آفت کا لایع



رضا اکیڈمی

لاہور — پاکستان

کی تکمیل کے لئے آپ کو ودیعت فرمائی تھیں۔ فہم و فراست کا یہ کمال نہیں تو اور کیا ہے؟  
 کہ آپ نے اپنے چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں مکمل دستگاہ حاصل کر لی اور  
 پھر درس و تدریس و عطا و ارشاد اور عبادات و ریاضات کو اپنا معمول بنالیا اور  
 آخری سانس تک زبانِ قلم سے حقیقی اسلام کی اشاعت اور سیلِ الحاد و تجدد کی مخالفت  
 اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہے۔ بارگاہ رسالت کو نشانہ بنا کر جو تیر بھی چلایا گیا  
 اس دیوانہ رسالت نے سینہ سپر کر دیا۔ توہین رسالت کے لئے کہیں کوئی زبان حرکت میں  
 آئی اس فدائے مصطفیٰ کا قلم برقِ خاطف بن کر اس پر گرا اور اسے بھسم کر کے کھینچا  
 مخالفت کے تندریلے آئے، الزام تراشیوں کے طوفان اٹھتے رہے۔ عداوت کی  
 بلا خیر موجیں مگراتی رہیں مگر رسالت کا یہ عاشق پہاڑ کی طرح ان کے سامنے ڈٹا رہا اور  
 زلزلے کے کان سنتے رہے کہ وہ کہہ رہا تھا۔

اگر بیک ذرہ کم گرو ذرا لگیز وجودِ من

بایں قیمت نمی گیرم حیاتِ جاودانی را

آج اگر عصمتِ انبیاء کا چراغ روشن ہے تو یوں سمجھنا، یوں کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں

کا دامن اس کا فانوس بنا ہوا ہے۔ آج سوادِ اعظم کے جتنے بھی علمائے کرام ہیں انہیں

اس بات پر فخر حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے شاگرد یا شاگردوں کے

شاگرد اور عقیدت کیش ہیں۔

بجنا ہے آج علم کا جو ساز دوستو

یہ بھی اسی جس کی ہے آواز دوستو

انگریزی علوم کے مقابلہ میں آپ نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے

شک و ازنیاب کی تاریکی وادیوں میں بھٹکتے ہوئے اذہان کو مینارِ نوبین کر رہا ہدایت کھائی

آپ نے ہندوستان میں نیچر پیت وغیرہ کی سی اغترالی تحریکوں کو غیر اسلامی ثابت

# محاسن کنزالایمان

حسیب

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے  
ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے علمی،  
ادبی، لغوی اور اعتقادی محاسن بیان کئے گئے ہیں۔

ملک ثیر محمد خاں اعوان آف کالاباغ

سلسلہ مطبوعات — رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور،

کتاب	_____	فاسن لئرا لایمان
مؤلف	_____	ملک شیر محمد خان اعوان مرحوم
نظر ثانی	_____	مولانا محمد منشا تالیش قصوری
ناشر	_____	رضا اکیڈمی رجسٹرڈ - لاہور
ہیڈ	_____	دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی لاہور
مطبع	_____	سجاد آرٹ پریس

== طے کاپتہ ==

رضا اکیڈمی مسجد رضا محبوب روڈ چاہ میراں لاہور  
نوٹ : بیرونی حضرات تین روپے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کریں

# سُنہائے مَکْتُوبِ

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز قرآنِ حکیم ہے باقی تمام عقائد و اعمال اسی اصل سے ماخوذ ہیں اور جتنے اخلاقی احکام اور معاشرتی و معاشرتی عنوانات ہیں سب اسی مرکز سے ہدایات حاصل کرتے ہیں۔ یہ وحی، کتاب کی شکل میں آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

قرآنِ حکیم کا فیضانِ زمان و مکان کے اندر محدود نہیں اس سے ہر شخص خواہ وہ کرۂ ارض کے کسی حصہ پر آباد ہو، کسی دور میں زندگی بسر کرے یکساں طور پر ہدایت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے اور حقائق و معارف سے مستفیض ہو سکتا ہے اس لئے قرآن کا سمجھنا اور سمجھ کر اس سے اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں رہنمائی حاصل کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ قرآن نے اپنے نزول کی غرض و غایت یہ بتلائی ہے

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبْرَكًا لِيَذَّبَ الْبُغْوَ وَالْإِيتِيهِ

وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری، بگوت وانی تامل اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

ایک دوسری جگہ فرمایا ہے :

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ السُّرَانَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

(محمد - ۲۴)

”تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں“

اس مضمون کی بے شمار آیات ہیں جو قرآن میں تدبر و تفکر کی دعوت دیتی

ہیں۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض اولین ہے کہ قرآن کریم کو خود پڑھے اور اس کو پڑھائے، خود سمجھے دوسروں کو سمجھائے، خود عمل کرے دوسروں سے عمل کرانے کی جدوجہد کرے۔ قرآن حکیم چونکہ عربی میں ہے اور ہر آدمی عربی کا فاضل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنا ناگزیر ہے اور پھر ترجمہ کی مشکلات کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ جناب ملا واحدی صاحب لکھتے ہیں کہ :

”سلطنت حیدرآباد دکن کے آخری سلطان نظام الملک ہفتم

میر عثمان علی خاں کے پاس ایک صاحب تھے جنہیں آج سے چالیس

پچاس برس پہلے دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ ان کا کام فقط

یہ تھا کہ جسے میر عثمان علی خاں نہانی پیغام بھیجنا چاہیں اسے وہ اس

طرح پہنچا دیں جس طرح میر عثمان علی خاں نے پیغام دیا ہے۔ پیغام

سننے وقت پیغام پہنچانے والے صاحب پر ان کیفیات کا طاری

ہونا ضروری تھا جو پیغام بھیجتے وقت میر عثمان علی خاں پر طاری ہوتی

تھیں۔ میر عثمان علی خاں خوش ہو کر کوئی بات کہتے تو وہ بھی خوش ہو کر

اسیے نقل کرتے۔ میر عثمان علی خاں بگڑ کر تیوری چڑھا کر بات کرتے

تو وہ بھی بگڑنے اور تیوری چڑھاتے۔ الفاظ کا بدلنا تو ممکن ہی

نہیں تھا۔ لہجہ اور طرز کلام بھی میر عثمان علی خان کا رہتا تھا۔ مخاطب

جان جاتا تھا کہ مجھ پر عنایت ہوئی ہے یا عناب ہوا ہے۔“

ایک انسان کی بات دوسرے انسان کو من و عن پہنچانی کس قدر مشکل تھی۔ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اپنا پیغام اپنے الفاظ اور اپنے لہجے میں محفوظ کر دیا اور اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ جو لوگ قرآن مجید کو قرآن مجید کی اصل زبان عربی میں سمجھتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کے ترجمے اصل زبان عربی کا بدل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی عربی کی عربی میں بھی تفہیم کی جائے یعنی قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب کوئی عرب اپنی زبان میں بھی بیان کرے تو وہ کیفیت باقی نہیں رہے گی جو قرآن مجید کی عربی میں ہے۔ پھر دوسری زبان میں ترجمہ تو اصل کیفیت کو بالکل کھو دیتا ہے لیکن چارہ ہی کیا ہے۔

جب ہمارے ہاں ہندوستان میں عربی جاننے والے ختم ہو گئے تو مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کرنا پڑا۔ ہندوستان کے دیگر علماء ترجمہ کرنے کے خلاف تھے مگر مولانا شاہ ولی اللہ دور اندیش تھے انہوں نے اچھا کیا کہ قرآن مجید کے سمجھنے کا کچھ تو سامان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خدمت انجام دلا دی، ان کے بیٹوں شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے دیکھا کہ فارسی بھی ہندوستان میں چند دن کی مہمان ہے، لہذا مولانا شاہ رفیع الدین نے قرآن مجید کا اردو میں لفظی ترجمہ کر ڈالا۔ لفظ کے نیچے لفظ اور مولانا شاہ عبدالقادر نے با محاورہ ترجمہ کیا۔ دوسو برس قبل کی با محاورہ اردو میں، لیکن زبان و بیان کی قدامت کے باعث ان ترجموں سے اردو خوان طبقہ کے لئے استفادہ ممکن نہیں تھا۔ علاوہ ازیں "تقویت الایمان" کے مکتبہ فکر کے علمائے اپنے عقائد کے مطابق ان ترجموں میں کہیں کہیں تصرف بھی کر دیا تھا۔

ان ترجموں کے بعد ڈپٹی منڈیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا۔ لیکن انہوں نے ترجمہ میں جا بجا محاورات کھینٹ کر قرآن حکیم کے مطالب کو ہی گم کر دیا اور اکثر مقامات پر اپنے نیچری خیالات کو بھی داخل کر دیا۔ اندریں حالات ملت اسلامیہ کے لئے قرآن مجید کے ایک صحیح، سلیس اور با محاورہ ترجمہ کی اشد ضرورت تھی۔ آخر اس ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی سعادت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کو نصیب ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا۔ مولوی محمود الحسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا۔ اور ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی، ابوالکلام آزاد، مولانا عبد الماجد دریا آبادی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تراجم مع تفسیر قرآن تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن کس طرح عالم وجود میں آیا۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد رضوی کی زبان سے سنئے :-

”صدر الشریعہ حضرت مولانا مجدد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔ آپ نے وعدہ فرمایا۔ لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سوئے کے وقت یادوں میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں



حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی بختہ یا دو داشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانگی سے پڑھتا جاتا ہے پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے البغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کام ہونا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرایا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیا نے نسبت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔“

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ ص ۲۶۴)

# تعارف صاحب کنز الایمان

عمر باد رکعبہ وبت خانہ می نالہ حیات

تازہ پرم عشق بیک دانائے راز آید بروں

اس جہان رنگ و بو میں جاندا لاکھوں  
بار کرۂ ارض کا طواف کرتا ہے اور سورج کو روڑوں مرتبہ تجلہ مشرق سے جھانکنا  
اور خلوت کردہ مغرب کی کاہلی تاریکیوں میں اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے۔ تب کہیں تاریخ کے  
صفحات میں کوئی ایسی شخصیت ابھرتی ہے جس پر کائنات کے پردہ زنگاری میں  
مختجب مبدیٰ فیاض اپنی بے اندازہ نوازشیں بکھیر دیتا ہے اور اس محبوب و لنواز  
کے حسن و جمال کے فدائی اس شخصیت کے قدموں پر عقیدتوں کے نذرانے  
بچھا دیتے ہیں۔ بلاشبہ تاریخ ایسی شخصیتوں کو پیش کرنے میں بالکل تہی و امن اور  
مفلس نہیں رہی لیکن یہ بھی ایک برہنہ حقیقت ہے کہ اس کے پاس ایسا سرمایہ  
ناز و نایاب کی حد تک قلیل ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کی پوری تاریخ چھان  
ڈالنے آپ کو صرف ایک ہی ایسی شخصیت نظر آئے گی جس نے فقہی فضیلت اور  
علمی کمال کے ساتھ ساتھ دینی و ملی خدمات کی سرانجام دہی میں مؤثر ترین کردار  
ادا کیا اور یہ شخصیت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی محققی سلف صالحین کا

دور تو آفتاب و ماہتاب کا دور تھا لیکن متاخرین کا دور بھی مولانا شاہ احمد رضا خان نے علمی کارہائے نمایاں پیش کر کے اپنے ماتھے سے کم مائیگی کا داغ دھو سکتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانان ہند صرف میدانِ جنگ میں ہی نہیں بلکہ میدانِ علم و حکمت میں بھی انگریزی علوم سے شکست کھا چکے تھے اس وقت مغربی علوم سے مرعوب ذہنیتیں جنم لے رہی تھیں مغربی علوم کا سہیل بلا حصار اسلام کی بنیادوں سے ٹکرا رہا تھا اور ادھر صورتِ حال یہ تھی کہ جن لوگوں کا فریضہ مدافعت تھی وہ خود بے بس تنکوں کی طرح اس سیلاب کے تندریلوں کے ساتھ بہ رہے تھے اور دوسروں کو بھی یہ تلقین کر رہے تھے کہ :-

”دُرْمَعُ الدَّهْرِ كَيْفَ يُدَارُ“

”چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“

اس وقت اعلیٰ حضرت بریلوی کے علم و دانش نے زبان و قلم کے ہتھیاروں سے تجدد کی فتنہ انگیز تحریک کے خلاف صف آرائی کی اور تاریخ آج تک شہادت دے رہی ہے کہ اس منہ زور تحریک نے علم کے اسی بحرِ زخار کے سامنے دم توڑ دیا۔ وہ معارفِ قلب و روح کے ساتھ ساتھ علومِ عقلی و نقلی میں بے مثال مہارت کے حامل تھے مسلمانانِ پاک و ہند کے سوادِ اعظم کو ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علمائے اہل سنت کے فتویٰ جہاد کے بعد آپ ہی کی تحریکِ عرفان رسالت نے مجتمع کیا تھا۔ ہیئتِ اجتماعیہ اسلامیہ کی از سر نو تنظیم کا صلہ وہ تاجِ عظمت و کرامت ہے جو اعلیٰ حضرت کے لقب کی صورت میں آپ کے فرقِ مبارک پر زینت افروز ہوا۔

منعم حقیقی نے انتہائی فیاضی سے انہیں بے مثال قابلیت، فہم و ذکاوت کے نظیر

حافظ، فصاحت و بلاغت اور سرور کی قلم و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اپنی علوم میں آپ کی مسلمہ مہارت تو خیر ایک حقیقت ثابتہ شمار کی جاتی ہے لیکن ریاضی تکمیر اور نجوم وغیرہ علوم دنیوی میں بھی آپ کو وہ تبحر حاصل تھا کہ ان علوم کے ماہرین اپنے اشکالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے اس منبع علم و حکمت کی بارگاہِ دانش کے محتاج رہتے تھے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر رضیاء الدین مرحوم ریاضی کے معروف و مسلم ماہر شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بعض مسائل ریاضیہ کے سلسلہ میں بہت سی الجھنوں میں مبتلا تھے۔ انہوں نے مولانا سید سلیمان اشرف کے توسط سے اعلیٰ حضرت کے حضور بار باری حاصل کیا۔ نمازِ عصر کے بعد سلسلہ گفتگو کی ابتدا ہوئی۔ آپ نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دائرے کی مختلف اشکال کے اوق مسائل تحریر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا وہ انگشت بندھاں ہو کر کہنے لگے کہ میں نے ان چیزوں کے حصول کے لئے بارہا مشرق و مغرب کے ماہرین ریاضی سے ملاقاتیں کیں۔ مگر یہ چیزیں کہیں بھی حاصل نہ ہو سکیں۔ آخر آپ نے یہ سب کچھ کس استاد سے پڑھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے (محض جمع، تفریق، ضرب، تقسیم کے قواعد محض اس لئے سیکھے تھے کہ علم میراث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغیہنی شروع کی تھی کہ والد مکرم نے منع کر دیا اور کہا کہ ان میں کیوں وقت صرف کرتے ہو۔ یہ تمام علوم بارگاہِ رسالت میں تمہیں خود بخود سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں اسی بارگاہِ اقدس و اعظم کا فیضان ہے۔ میں اپنے مکان کی چار دیواری میں بیٹھا خود ہی یہ اشکال بنانا اور مسائل حل کرتا رہتا ہوں۔

یہ گونا گوں صلاحیتیں اور بے مثال قابلیت منعم حقیقی نے ایک مخصوص مقصد

کر کے مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ امکانِ نظیر رسالت یا امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کی ملعون تحریکیں صرف علمی بحثیں نہیں بلکہ فرنگیوں کی فتنہ پروردہ سہنیت کی اڑائی ہونی ایسی چنگاریاں ہیں جو مسلمانوں کے قلوب سے روحِ جہاد فنا کرنے کے لئے کسی وقت بھی آتشِ بارشعلوں میں بدل سکتی ہیں۔

تقدیس رسالت کی جو تحریک آپ نے ۱۸۶۵ء سے ۱۹۲۱ء تک جاری رکھی اور محافلِ میلاد کے انعقاد کی جو مشعلیں آپ نے روشن رکھیں وہ آج چمکتے ہوئے ستاروں میں تبدیل ہو کر ظلمتِ کدہِ دہریت و الحاد میں ضیاءِ بکھیر رہی ہیں، آپ نے مختصر سی عمر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ اس بات کے شاہدِ عادل ہیں کہ آپ کا وجود آیاتِ خداوندی میں سے ایک محکم آیت کا درجہ رکھتا تھا۔

احمد رضا خان کسی فردِ واحد کا نام نہیں، تقدیس رسالت کی تحریک کا نام ہے۔ عامۃ المسلمین کے زندہ حنمیر کا نام ہے۔ عشقِ مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاک، بابرکت اور پرسوز دل کا نام تھا اور جب تک یہ سب چیزیں زندہ رہیں گی نامِ احمد رضا خان کا نام زندہ رہے گا۔ اس نام کو خدائے قدوس نے سوچ کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط چھاتی پر ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا ہے اور اب حادثاتِ حیات کا کوئی بیداد جھونکا اور زمانے کی کوئی شکل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکتی نہ ہرگز نمیر و آنکہ دلش زندہ شد عشقِ ثابت است بجز بیدہٴ عالم و وامِ ما آپ نے عشق کو نئی زندگی عطا کر دی جنوںِ محبت کو دوام عطا کر دیا اور جہانِ قلب و روح میں محبت کی وہ سرمدی مستی اور لافانی سرور و خمار بھر دیا جسے فنا کرنا تو کجا اس کی حدتِ کالم ہونا بھی ابد تک ممکن نہیں۔

اعلیٰ حضرت کے مخالفین انکے اپنے دور میں بھی بشمارے تھے اور آج بھی لاتعداد ہیں مگر کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ نہ وہ اس وقت ان کا کچھ بگاڑ سکتے تھے اور نہ آج تک ان کے

منور نام کی درخشندگی کم کر کے ہیں۔ وہ حُب رسالت کے قاسم تھے انہوں نے تقدیس رسالت کا درس دیا۔ محبوب اقدس و اعظم کی شان محبوبیت سمجھائی۔ انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر لکھا اور ہر موضوع پر داد تحقیق دی لیکن اگر وہ اتنی عظمت کتا ہیں نہ بھی لکھتے تب بھی صرف ان کا نغنیہ کلام ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کافی تھا۔ ان کا عشق رسول اور سوز و مستی میں ڈوبا ہوا کلام اقبال کے اس شعر کی حسین تفسیر ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں ہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرماں وہی لیس وہی ظہر  
اور آپ کے کلام کا اس سے زیادہ اور کیا کمال ہو گا کہ آج تک آپ کے نعماتِ نعت بے مثال سمجھے جاتے ہیں اور آپ ہی کے لکھے ہوئے درود و سلام منبر و محراب گونج رہے ہیں۔ آپ نے بے مثل و بے مثال کی مدح سرائی میں زبان کھولی تھی اس لئے خدا نے قدوس نے آپ کے کلام کو بھی یکتا و بے نظیر کر دیا ہاں احمد رضا خان کی شاعری عشق و مستی کے نئے نئے جہانوں کی موجد بن رہی ہے اور ان نور سیدہ جہانوں کے انق پر محبت کے ایسے آفتاب و ماہتاب روشن ہیں جو بیچ صدیوں کی تاریکیوں میں ہمیشہ صوبار رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن سائنس رکھ لیجئے۔ اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجئے۔ آپ واضح ترین فرق و امتیاز محسوس کریں گے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔

# کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

## کے محاسن

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی برصغیر پاک و ہند کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کدو کاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ پیش کیا ہے جس میں روح قرآن کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور با محاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پچھراہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے ان کے ترجمہ قرآن کے جملہ محاسن بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے کیونکہ اس طرح ان تمام مقامات کو زیر بحث لانا پڑے گا جنہیں دوسرے تراجم کے مفاد میں امتیاز حاصل ہے۔ "مخوف طوالت" مشتمل موزوں ترجمہ اس کے طور پر صرف چند

مقامات کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اہل بصیرت پر اس ترجمہ کی اہمیت و افادیت واضح ہو جائے۔

میں یہاں اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا مقصد متقدمین کی مساعی کی عیب جوئی نہیں۔ اس موازنہ کا مقصد صرف اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کے فہم قرآن کا حقیقت پسندانہ اعتراف ہے اور بس۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین میرے اسی جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مضمون کا مطالعہ کریں گے۔ آئیے اب ذرا وہ چند مقامات دیکھ لیں جہاں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو میں نے نمایاں حیثیت کا حامل پایا ہے۔

آیت نمبر ۱: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝  
ترجمہ مولوی محمود الحسن: — شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا صوفیہ اور عرفان کے دو مقام ہوتے ہیں ایک وہ ہیں جن کی نظر ہر چیز کے بعد اس کے خالق تک پہنچتی ہے۔ دوسرے وہ ہیں جن کی نظر پہلے خالق پر پھر کسی اور شے پر ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْ مَعِیْ رَبِّیْ مِیْرَے ساتھ ہے رب میرا۔ پہلے اپنا اور پھر رب کا ذکر کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب اس طرح لکھا: اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنٍ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اور حضور سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قل کو خط یوں لکھوایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ پہلے اللہ کا نام لیا جائے۔ پھر کسی اور شے



کا ذکر کیا جائے۔ اس نکتہ کی روشنی میں آئیے۔ بسم اللہ کے تراجم پر ایک نظر ڈالیں۔

ہم نے اوپر اعلیٰ حضرت کے معاصر مترجمین کے جو تراجم درج کیے ہیں۔ ان میں کسی ترجمہ میں وہ لطف نہیں جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ہے۔ "کل امری بال لہ پیدا فیہ بسم اللہ فہو اقطع" پر کسی کی نظر نہیں۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کو خیال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فعل شروع کرنے پر مقدم کر کے بارگاہ الوہیت کے آداب کا کسی کو خیال نہیں۔ ان تمام نکات کی رعایت اگر کسی ترجمہ میں ملتی ہے تو وہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ جناب ان مترجمین نے لفظی ترجمے کیے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ قرآن کے ترجمہ کے لیے صرف لغت کا جاننا کافی نہیں ہے ورنہ صلوٰۃ کا لفظی ترجمہ سرین ہلانا کیا جاتے۔ زکوٰۃ کا ترجمہ پاکیزگی کیا جائے اور حج اور تیمم کا ترجمہ ارادہ کے ساتھ کیا جائے۔ قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے لیے تمام تفاسیر معتبرہ، احادیث مقدسہ اور فقہی مسائل پر گہری نظر ہونی چاہیے۔ غرض یہ کہ جب تک تمام اسلامی علوم پر کسی شخص کی نظر نہ ہو۔ اس وقت تک وہ قرآن کریم کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتا۔

آیت نمبر ۲: — ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرۃ - ۲)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے اور لفظ فی کا مدخول

ظرف ہوتا ہے کبھی زمان اور کبھی مکان تو اب معنی یہ ہو گا کہ قرآن مجید جنس

ریب کا محل نہیں بنا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی نے شک نہیں

کیا حالانکہ دوسرے مقام پر ہے۔ "وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا" اور اس سے واضح ہے کہ قرآن حکیم محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیا ہے یہی وہ اشکال تھا جسے رفع کرنے کے لیے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں طویل عبارات لکھی ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کے چند الفاظ میں اشکال رفع کر دیا۔ ذرا ذلک کے ترجمہ کا تقابلی مطالعہ بھی کیجیے۔ معمولی عربی وان بھی یہ جانتا ہے کہ "ذَلِكَ" اشارہ قریب نہیں اشارہ بعید ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر مترجمین اس کا ترجمہ "یہ" کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اسے اصل معنوں میں لے کر اس کا ترجمہ "وہ" کیا ہے اور عبارت کا حسن بھی قائم ہے۔

آیت نمبر ۳: — يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(البقرة - ۶۱)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ سب مترجمین اس طرف گئے ہیں کہ لفظ "لَعَلَّ" بمعنی "بکنی" ہے یعنی تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا:

"لَمْ يَثْبُتْ فِي اللُّغَةِ مِثْلُهُ"

"یعنی لغت میں اس کی مثال ثابت نہیں۔"

پھر علامہ مدوح نے فرمایا کہ یہ حال سے ضمیر اعبدوا سے مطلب یہ ہوا کہ:

”اعبدوا راجین ان تنخرطوا فی سلك المتقین“

یعنی عبادت کرو، یہ اُمید کرتے ہوئے کہ تم متقیوں کی صف میں شامل ہو جاؤ۔“

اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اسی استدلال کو اختیار فرما کر ورپا کو کون سے میں بند کر دیا ہے۔

آیت نمبر ۴: — وَمَلَجَعْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ  
مَنْ يَتَّبِعَ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقْبَيْهِ ط

رالبقرة - ۱۲۳

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے  
تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول  
کا اور کون پھر جائے گا، اُلٹے پاؤں۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں یعنی  
بیت المقدس، وہ تو محض اس لیے تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے  
کہ کون تو رسول رصلى الله عليه وسلم کا اتباع اختیار کرتا  
ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی  
لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون  
اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

مولوی محمود الحسن اور مولوی اشرف علی نے ”لِنَعْلَمَ“ کے لغوی معنوم  
کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا ہے ”معلوم کریں“ اور ”ہم کو معلوم  
ہو جائے“ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظی ترجمہ اپنی جگہ درست ہے مگر اس سے  
یہ عجیب تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ایک چیز خدائے علیم وخبیر کو معلوم نہ تھی۔

اور اس آزمائش میں ڈال کر وہ اسے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ "معلوم ہو جائے" کی نسبت خدا سے کسی طرح درست نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم کے منشا اور انداز بیان کی تفہیم کے لیے لفظی ترجمہ کی بجائے کہیں کہیں ترجمانی کا رنگ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے ترجمہ میں اس اہم فرض سے خوش اسلوبی سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

آیت نمبر ۵: — وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط

(البقرة - ۱۲۳)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔  
ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — اور تمہارے لیے رسول رصلى الله عليه وسلم (گواہ ہوں)۔

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: — اور رسول تم پر گواہ ہو۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

قواعد عربیہ کی رو سے جب شہادت کا صلہ علی آتا ہے تو معنی ہوتا ہے کسی کے خلاف شہادت دینا اور جب شہادت کا صلہ لام آئے تو معنی ہوتا ہے کسی کے حق میں شہادت دینا۔ آیت مندرجہ بالا دَعَيْتُكُمْ شَهِيدًا میں شہادت کے ساتھ علی کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے معنی ہوا روزِ حشر رسول اللہ تمہارے خلاف شہادت دیں گے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ حضور شفیح المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حق میں گواہی دیں گے۔ علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "یہاں پر شہید مترقب کے معنی کو متضمن ہے اور علی شہادت کا نہیں۔ مترقب کا صلہ ہے اور مترقب کے معنی ہیں نگہبان۔" اعلیٰ حضرت نے بھی اسی اشکال کو رفع کرنے کے لیے ترجمہ میں نگہبان کا لفظ استعمال کیا ہے۔

marfat.com

آیت نمبر ۶: — اِشْمَاحَرَّمْ عَلَیْكُمْ اَلْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَخِمْ اَلْخَنَازِیْرَ  
 وَمَا اُھْلَ بِہِ لِغَیْرِ اللّٰہِ (البقرۃ - ۱۷۳)

آیہ زیر نظر میں ”اھلّٰ بہ لِغَیْرِ اللّٰہِ“ کے الفاظ پر صغیر پاک و ہند کے دو مکاتب فکر بریلوی اور دیوبندی کے درمیان ماہہ النزاع بن کر رہ گئے ہیں اس سے دیوبندی مکتبہ فکر یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ جس جانور کو بھی غیر اللہ کے نام سے منسوب کر دیا جائے پھر چاہے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی پڑھا جائے وہ جانور حرام ہو جائے گا۔ یہ مکتبہ فکر اس معاملہ میں انتہائی متشدد ہو گیا ہے۔ بریلوی مکتبہ فکر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آیت صرف اسی مذبحہ جانور کو حرام کہتی ہے جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے اصل میں سارا نزاع لفظ ”اھلّٰ“ سے پیدا ہوا۔ بریلوی حضرات کے نزدیک ”اھلال“ کے معنی ہیں ”رفع الصوت عند الذبح“ جب کہ دیوبندی حضرات اسے مطلق منسوب کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ نزاع مولوی اشرف علی تھانوی کی جدت سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے آیت زیر نظر کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔“

اس ”اھلال“ کے لیے صاف نامزد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نعت جس کی تائید نہیں کر سکتی۔ تھانوی صاحب کے بعد ان کے گروہ فکر کے تمام مترجمین حتیٰ کہ مولوی عبد الماجد دریا بادی بھی ”اھلال“ کے لیے یہی

نامزد کا لفظ ایسے استعمال کرتے ہیں جیسے یہ لغت کا مستند ترجمہ ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھا۔ آپ جانتے ہیں کہ برصغیر میں قرآن مجید کا دوسری زبانوں میں ترجمہ پیش کرنے والوں میں حضرت شاہ ولی اللہ کو اولیت حاصل ہے، آپ بھی نہ یہ بحث آیت میں ان کا ترجمہ دیکھیے اور پھر خود ہی اندازہ کیجیے کہ ان کے اور تقانوی صاحب کے ترجمہ میں کتنا واضح اختلاف ہے شاہ صاحب کا ترجمہ حسب ذیل ہے !

”جزہ این نیست کہ حرام کردہ است بر شامردار را و خون را و گوشت خوک را و آنچه آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا۔“

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شاہ صاحب نے ”اہلال“ کا ترجمہ نامزد وغیرہ نہیں کیا بلکہ صاف الفاظ میں ”آواز بلند کردہ شود در ذبح وے“ لکھا ہے اور یہ ترجمہ بالکل وہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے پیش کیا ہے۔ ان کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمایا لیجیے۔

”اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے۔“

آیت نمبر، : — وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرَاللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ه  
 (آل عمران - ۵۴)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : — اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مبتذل صفات کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سو چیے کہ خدا

کی ذات سے مکر اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا متحمل ہے  
اب ذرا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر  
فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔“

آیت نمبر ۸: — وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ  
الصَّابِرِينَ ۝  
(آل عمران - ۱۴۶)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جوڑنے  
والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔  
ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا۔  
اور یہ چیز خدا کے عالم الغیب ہونے کے سراسر منافی ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت  
نے ایسا انداز اختیار فرمایا ہے کہ کسی ذہن میں کسی قسم کا اعتراض پیدا ہی نہیں  
ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں۔

”اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر کرنے  
والوں کی آزمائش کی۔“

آیت نمبر ۹: — إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ  
(النساء - ۱۴۶)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”البتہ منافق و غایانہ می کرتے ہیں اللہ سے  
اور وہی ان کو دغا دے گا۔“

”وغا“ کا لفظ کس قدر رکیک لفظ ہے؟ اس کی وضاحت کی ضرورت  
نہیں اور جب اس لفظ کو خدا کی ذات اقدس و اعظم سے منسوب کیا جائے  
تو اعدائے دین کو زبان طعن و راز نہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت

نے کس احتیاط سے یہاں ترجمانی کے فرائض نبھاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔  
 ”بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے  
 ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔“

آیت نمبر ۱: — اَفَاٰمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يٰۤاٰمِنُ مَكْرَ اللّٰهِ  
 اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (الاعراف - ۹۹)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے سو بے  
 ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔“

اس آیت کے ترجمہ میں بھی مکر کو داؤ سے تعبیر کیا گیا ہے جو نہ صرف اس  
 کے لغوی مفہوم کے خلاف ہے بلکہ اس سے شکوک و شبہات اور اعتراضات  
 کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا محتاط اور متکلمانہ ترجمہ ملاحظہ  
 کیجیے۔

”کیا اللہ کی خفی تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر  
 نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔“

آیت نمبر ۱۱: — وَيَشْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝  
 (الانفال - ۳۰)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ  
 کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔“

مولوی محمود الحسن نے یہاں بھی مکر کو داؤ کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔  
 مگر اعلیٰ حضرت نے صحیح لغوی مفہوم کو ترجمہ میں شامل کر کے سارے شکوک و  
 شبہات دور کر دیے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور



اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔“

آیت نمبر ۱۲: — لَسُوَ اللّٰهُ فَتَسِيَهُمْ ط (التوبة - ۶۷)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو۔“

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا۔ پس خدا نے

ان کا خیال نہ کیا۔

”لَسُوَ“ کے معنی بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر

اندازہ کر دینے اور چھوڑ دینے کے بھی۔ مترجم کا فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے

خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔ محمود الحسن صاحب نے ”بھول جانے“

کے الفاظ خدا سے منسوب کیے ہیں جن سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کو

بھی بیان لاحق ہو سکتا ہے اس کے برعکس اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ زیادہ واضح

ہے انہوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا ہے جو شان خداوندی کے خلاف نہیں۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے!

”وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔“

آیت نمبر ۱۳: — قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ط (یونس - ۳۱)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے

جیلے۔“

آیت زیر نظر میں محمود الحسن صاحب نے مکر کے معنی ”جیلے“ کیے ہیں جن کی

خدا سے نسبت کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ان کے برعکس اعلیٰ حضرت بریلوی نے

صحیح لغوی مفہوم استعمال کیا ہے اور معترض ذہنوں کے اشکالات رفع کر دیے

ہیں۔ ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”تم فرمادو، اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔“

آیت نمبر ۱۲: — وَقَدْ هَمَّتْ بِهِنَّ وَهَمَّ بِهِنَّ لَوْلَا اَنْتَ  
رَّابُّنَا هَانَا رَبِّهِنَّ  
(یوسف - ۲۲)

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال  
جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا۔  
اگر رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو  
جانا عجب نہ تھا۔“

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس  
نے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے  
رب کی۔“

زیر نظر آیت کے تراجم پر غور کیجیے ایک تو تھانوی صاحب کا ترجمہ نہیں بلکہ  
اسے ترجمانی بھی نہیں کہا جاسکتا۔ دوسرے تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب  
کے تراجم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زلیخا تو تکمیل خواہش پر آمادہ ہی تھیں، مغاڈالغ  
یوسف علیہ السلام بھی آمادہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ یہ اجتماعی عقیدہ عصمتِ انبیاء کی  
صریح مخالفت ہے۔ ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ”هَمَّتْ بِهِنَّ“ کے بعد  
آنے والے ”لَوْلَا“ حرفِ شرط کو منقطع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ متصل ہے۔ اعلیٰ حضرت  
میلوی کے ترجمہ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے حرفِ شرط کو متصل کر کے عصمتِ  
انبیاء کے اجتماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد  
استعمال نہیں ہوا۔ نیز دشمنانِ اسلام کو اعتراض کا موقعہ بھی نہیں ملا۔ اعلیٰ حضرت کا  
ترجمہ درج ذیل ہے۔

”اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ  
کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔“

آیت نمبر ۱۵: — كَذٰلِكَ كَذٰبْنَا لِيُوَسِّفَ (یوسف - ۱۵)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — 'یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو۔'

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — 'ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔'

”کہید“ کا لفظ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اسے داؤ اور فریب کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے مگر جب اس کی نسبت خدائے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ داؤ یا فریب کرنا سراسر توہین باری تعالیٰ سے اب دیکھیے کہ اول الذکر ترجمہ سے کتنے دریدہ دہنوں کو قرآن کریم پر زبان اعتراض دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور ثانی الذکر ترجمہ ایسا حسین ہے کہ کسی قسم کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۱۶: — قَالُوْا تَاٰلَهُٗ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلٍۭۃٍۭۢ مُّبِيْنٍ (یوسف - ۱۶)

(یوسف - ۱۶)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم

غلطی میں ہے۔“

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ’وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو

اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — ’بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی

خود فرستگی میں ہیں۔“

لفظ ”ضلال“ عربی زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے اس

کا ایک معنی ہے مغلوب ہونا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ’ضل الماء فی اللین‘ پانی

دودھ میں مخلوط ہو کر مغلوب ہو گیا جو درخت بیابان میں تنہا ہو اس کے لیے

بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ”شجرة ضالة“ ....

”ضلالت“ کا لفظ گمراہی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: ”مَاضِلٌ صَاحِبِكُمْ وَمَا غَوَىٰ“۔ ”تمہارے پیغمبر نہ گمراہ ہوتے اور نہ بھٹکے“۔ ”ضلالت“ محبت کے معنی میں بھی مستعمل ہے چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔

”کہ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ضلال کا لفظ محبت کے معنی میں ہے۔“

اور جب کوئی لفظ متعدد معنوں میں مستعمل ہو تو اس کے کسی ایک معنی کی تعیین مقام اور حال کے مناسبت سے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب اس جگہ صرف محبت کا معنی ہے جس طرح اعلیٰ حضرت نے اس آیت میں ضلال کو محبت پر محمول کیا ہے۔ آیت زیر نظر میں ”ضَلَالٌ“ کا لفظ آیا ہے جس کے ترجمہ میں واضح اختلاف ہے۔ محمود الحسن صاحب نے اس کا ترجمہ غلطی کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے اسے غلط خیال لکھ دیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ”ضلالت“ کو غلطی کے معنوں میں استعمال کرنے کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ”گمراہی“ کی بجائے ”غلطی“ کا لفظ محض اس لیے لگایا ہے کہ پیغمبر کو گمراہ کہنا اس کی شان کے شایان نہیں۔ مگر ترجمہ کے لیے لغت کی تائید بھی تو ضروری ہے۔ ان کے مقابلہ میں فاضل بیرومی کا ترجمہ دیکھیے۔ انہوں نے اس کا ترجمہ ”خود رفتگی“ کیا ہے۔ لفظ خود رفتگی ایک طرف تو ادبی محاسن کا مرقع ہے۔ دوسری طرف اس سے محبت و شفقتی کے تمام جذبات کا اظہار ہو جاتا ہے اور بیٹے اگر یہ لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو نازیبا بھی نہیں۔ پھر لغت بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے خود قرآن حکیم میں اس کی

نظیر موجود ہے، خدائے قدوس نے حضور سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَوَجَدَكَ ضَالًّا لَا فِهْدَىٰ" اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "ضَالًّا" کہا گیا ہے جو حضرات آیت موضوع بحث میں "ضلالت" کے معنی غلطی کرتے ہیں۔ اس طرح اس جگہ بھی ان کے یہاں اسی قسم کا ترجمہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی معصوم کے حق میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال کتنی بڑی سوراوی ہے مگر اس چیز کی پروا کیے بغیر محمود الحسن صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سچائی۔"

گویا معاذ اللہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکے ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ ترجمہ امت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہاں بھی وہی ترجمہ کیا ہے جو شان نبوت کے شایان شان ہے اور آپ نے لکھا ہے۔

"اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

چونکہ مذکورہ بالا دونوں آیات میں ضلالت کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف تھی۔ اس لیے آپ نے اس کا ترجمہ خود رفتگی کیا ہے جو محبت کے انتہائی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت میں "وَوَجَدَكَ ضَالًّا لَا فِهْدَىٰ" سے متعلق مستقل بحث اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۱: — حَتَّىٰ إِذَا اسْتَأْذِنَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا۔ (یوسف - ۱۱۰)

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — "یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ

ہمارے فہم نے غلطی کی ہے۔

ترجمہ مولوی محمود الحسن : — ”یہاں تک کہ جب نا اُمید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔“

زیرِ نظر تراجم پر نظر ڈالیے سب سے پہلے جو چیز اُبھر کر سامنے آتی ہے وہ ”اِذَا اسْتَأْتَيْنَ السُّرُسُلُ“ کا ترجمہ ہے۔ تھانوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ پیغمبر تائیدِ ربانی سے مایوس ہو گئے۔ حالانکہ انبیائے کرام کا تائیدِ خداوندی سے مایوس ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہوتا ہے اور یہ یقین ایسا سچتا ہوتا ہے کہ کوئی قوت اسے متزلزل نہیں کر سکتی۔ محمود الحسن صاحب نے ”مایوس ہو گئے۔“ کی متذکرہ بالا صورت سے بچنے کے لیے ”نا اُمید ہونے لگے“ لکھا ہے۔ گویا نا اُمیدی کا صدور تو نہ ہوا، لیکن نا اُمید ہونے والے ضرور تھے۔ اس میں بھی پیغمبروں کی تائیدِ ربانی سے مایوس ہونے کا امکان بڑا واضح ہے۔

اب ذرا اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کو دیکھیے انہوں نے لکھا ہے۔  
 ”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی اُمید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔“

ترجمہ کتنا ترجمانِ حقیقت ہے۔ عربیت بھی برقرار رہی اور مثلتے خداوندی کا بھی اظہار ہو گیا کہ اس کی تائیدِ ایسے وقت نمودار ہو جاتی ہے جب ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے اعدائے اسلام کو یہ سچ نکلنے کا موقع ملتا ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کو بھی تائیدِ خداوندی پر یقین نہیں تھا تو عام مسلمان کیسے اس پر یقین رکھ سکتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت کے ترجمہ نے یہ اشکال پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

اس آیت کے ترجمہ میں دوسری قابل غور بات "ظَنُّوْا اَنْتُمْ قَدْ كَذَبُوْا" کا ترجمہ ہے۔ محمود الحسن صاحب اور تھانوی صاحب کے تراجم سے صاف عیاں ہے کہ انبیاء علیہم السلام مایوسی کے عالم میں یہ خیال کرنے لگے کہ ان سے خدا نے تائید و نصرت کے جو وعدے فرمائے تھے وہ معاذ اللہ سب جھوٹے تھے اور یہ چیزیں شان نبوت کے صریحاً خلاف ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اگر وعدہ خداوندی کی صداقت پر یقین نہیں تھا تو پھر اور کسے ہو گا۔ یہاں بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے انہوں نے "ظَنُّوْا" کی ضمیر جمع غائب کا مرجع انبیاء علیہم السلام کو نہیں بلکہ لوگوں کو ٹھہرایا ہے اس طرح کہ ہر قسم کے اشکالات ترجمہ میں ہی رفع ہو گئے ہیں۔

آیت نمبر ۱۸: — وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ط

(الرعد - ۲۲)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — "اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے۔ سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب۔"

اس آیت میں "مکر" کو فریب کے معنی میں لے کر سارا فریب خدا کے ہاتھ دے دیا گیا ہے۔ اس طرح عام لوگ یہ مفہوم اخذ کر سکتے ہیں کہ العیاذ باللہ سب سے بڑا فریب کار خود خدائے قدوس ہے لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ہر شبہ کا مسکت جواب ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ "اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔"

آیت نمبر ۱۹: — قَالَ هُوَ لَكُمْ بِئْتِي اِنْ كُنْتُمْ فَعَلِيْنَ ط

(الحجر - ۱۷)

marfat.com

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— "بولایہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔"

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — "لوطنے فرمایا کہ یہ میری رہی بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو۔"

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ————— "کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔"

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور کفار اپنے شوق لواطت میں ان کے پیچھے دوڑے آتے ہیں اور ان کے حصول کا تقاضا کرتے ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں هُوَ لَأَبْنَتِي اِنْ كُنْتُمْ فَعٰلِيْنَ هُ اب ذرا اس آیت مقدسہ کے ان تراجم پر غور کیجیے۔ پہلے دونوں تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کو بچانے کے لیے انہیں اپنی بہو بیٹیاں پیش کر دی تھیں۔ حالانکہ یہ بات ایک اولوالعزم پیغمبر تو کجا کسی بھی شریف آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ مہمانوں کو بچانے کے لیے جان تو قربان کی جاسکتی ہے لیکن عزت اور غیرت کی قربانی گوارا نہیں کی جاسکتی۔ ان تراجم کے برعکس ذرا اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ دیکھیے۔ آپ نے کس حُسن ادا سے تمام اعتراضات صرف ترجمہ میں ہی ختم کر دیئے ہیں۔ قوم کا سردار قوم کے تمام افراد کا باپ ہوتا ہے اس طرح انہیں شرم دلانے کے لیے یہ فرما رہے ہیں کہ تمہاری اپنی بیویاں موجود ہیں جو جنسی خواہش کی تسکین کا جائز ذریعہ ہیں۔ ان کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کلام میں انتہائی زور پیدا کیا گیا۔ لیکن مترجمین نے نزاکت الفاظ اور بلاغت بیان



کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا کہ خود واہن نبوت پر اعتراضات کے چھینٹے پڑ گئے۔

آیت نمبر ۲۰: — یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ج

(بنی اسرائیل - ۱۷)

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامہ اعمال سمیت بلا دیں گے۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — ”جس روز ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔“

تھانوی صاحب نے زیر نظر آیت کے ترجمہ میں لفظ ”امام“ کے معنی نامہ اعمال لکھے ہیں جو لغت کے اعتبار سے غلط ہیں۔ اس کے حقیقی معنی وہ ہیں جو اعلیٰ حضرت نے بیان کیے ہیں۔

آیت نمبر ۲۱: — وَعَصَىٰ اٰدَمُ رَبَّهُ فَغَوٰی ۝

(طہ - ۲۲۱)

ترجمہ مولوی عاشق الہی میرٹھی: — ”اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔“

مولوی عاشق الہی میرٹھی کے ترجمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں منسوب کی گئی ہیں۔ (۱) نافرمانی (۲) گمراہی۔ اور یہ دونوں باتیں عصمتِ انبیاء کے منافی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ لغت کے خلاف بھی نہیں گئے اور عصمتِ انبیاء پر بھی حرف نہیں آنے دیا۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھیے۔

”اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو

جو مطلب چاہتا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

آیت نمبر ۲۲: — قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکھف۔ ۱۱۰)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔  
ترجمہ مولوی وحید انوار (راہِ احمدیہ): کہہ دے میں اور کچھ بھی نہیں تمہاری  
طرح ایک آدمی ہوں۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں  
تم جیسا ہوں۔

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی ان معرکتہ الآراء  
مسائل میں سے ہے جن میں اہل سنت و جماعت اور بدعتین کے درمیان  
عموماً مباحثہ ہوتا رہتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ صورتاً بشر ہیں لیکن آپ کی حقیقت عقل انسانی سے  
ماوراء ہے اور ہر چند کہ آپ بشریت میں بظاہر ہماری مثل ہیں لیکن فضائل و  
محاسن میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ اس سبب سے اہل سنت کے نزدیک  
آپ کو محض بشر کہنا سوجا دبی ہے۔ چنانچہ آپ کو سید البشر یا افضل البشر کہنا  
چاہیے۔ ۲۱۰۔ کہ برعکس، بدعتین آپ کی ذات پر محض بشریت کا اطلاق کرنے  
میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ بدعتین کے تمام اُردو تراجم میں حضور رحمت عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مطلقاً بشریت اور مماثلت بیان کی گئی ہے لیکن  
اعلیٰ حضرت نے انہیں ترجمہ میں دو قیدی لگائی ہیں۔ ایک صورت کی اور دوسری  
ظاہری کی صورت میں، قیدی لگانا کہ یہ ظاہر ہے یا کہ حضور علیہ السلام صورت  
صورتاً بشریہ اور عقلیاً ایک ہی ہے، یہ بیان ہے۔ جدید کہ ایک مشہور  
مفسر نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صورت میں پیدا کیا اور

نہیں جانتا۔“ اور ظاہری کی قید لگا کر یہ ظاہر فرمایا کہ صورت میں بھی میری بشریت کی تمہاری بشریت سے مماثلت محض ظاہری ہے۔ حقیقتاً نہیں ہے یعنی تمہاری بھی دو آنکھیں ہیں اور میری بھی دو آنکھیں۔ لیکن تم ان آنکھوں سے صرف سامنے دیکھتے ہو اور میری آنکھوں سے آگے کی کوئی چیز مخفی ہے نہ پیچھے کی۔ دائیں کی کوئی چیز پوشیدہ ہے نہ بائیں کی۔ تم دیوار کے پار بھی نہیں دیکھ سکتے اور میں جب کسی چیز کو دیکھنا چاہوں تو میری نظر کے لیے سات آسمان بھی حجاب نہیں ہو سکتے۔ اور تم نے تو اپنی آنکھوں سے پوری مخلوق کو بھی نہیں دیکھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے جمال الوہیت کو بھی بے حجاب دیکھا ہے۔ اسی طرح تمہارے کان بھی دو ہیں اور میرے بھی دو لیکن تم اپنے کانوں سے صرف قریب کی آواز سنتے ہو اور میں اپنے کانوں سے دور نزدیک کی آوازیں یکساں سنتا ہوں اور تم نے تو اپنے کانوں سے پوری مخلوق کی باتوں کو بھی نہیں سنا اور میں نے اپنے کانوں سے رب کائنات کا کلام سنا ہے پھر مماثلت کیسی؟ اسی لیے تو فرمایا ”لست کا احد منکم“ تم میں کوئی شخص میرا مماثل نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے ان تمام احادیث اور حقائق و معارف پر نظر رکھتے ہوئے اس آیت کے ترجمہ میں فرمایا۔ ”تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔“ یعنی جو مماثلت ہے وہ صرف صورت میں ہے۔ اور اس میں بھی بظاہر ہے حقیقتاً نہ کوئی آپ کی ذات میں مماثل ہے نہ صفات میں اور جن مترجمین کی ان چیزوں پر نظر نہ تھی۔ انہوں نے ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے مطلقاً یہ ترجمہ کر دیا کہ ”میں تم جیسا بشر ہوں۔“

آیت نمبر ۲۰۳۔۔۔۔۔ فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ۔

(الانبیاء - ۸۷)

ترجمہ مولوی محمود الحسن؛ ————— ”پھر سمجھانہ پکڑ سکیں گے اس کو۔“  
 اس آیت میں محمود الحسن صاحب نے ”نہ پکڑ سکیں گے اس کو“ کے جو  
 الفاظ لکھ دیے ہیں ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ غالباً یونس علیہ السلام  
 کا خیال تھا کہ خدا کی ذات ان پر قابو نہ پاسکے گی، ان جیسے جلیل القدر پیغمبر  
 کے متعلق تو کجا کسی عام مسلمان کے متعلق بھی یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے  
 مقابلہ میں خدا کی گرفت کو عاجز اور درماندہ خیال کرے مگر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ  
 ملاحظہ فرمائیے۔

”تو گمان کیا یونس علیہ السلام نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے؛  
 اعلیٰ حضرت کے الفاظ دیکھیے: ”ہم اس پر تنگی نہ کریں گے“ کتنے حسین  
 الفاظ میں حقیقی مفہوم ادا کیا ہے۔ ایک محب اپنی محبت کے زعم میں یقیناً یہ  
 خیال کر سکتا ہے کہ محبوب ازل سے کسی تنگی میں مبتلا نہیں کرے گا۔ پھر یہ خیال  
 کیجیے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی زبان قرآن کے منہ میں رکھ کر یہ ترجمہ کر دیا  
 ہے کہ خود قرآن ان کے ترجمہ کی صحت کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ج

(القصص - ۸۲)

ترجمہ: ”اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے  
 چاہے اور تنگی فرماتا ہے۔“

امام اللغت صاحب لسان العرب علامہ جمال الدین  
 محمد بن مکرم الافریقی المصری المتوفی ۱۱۰۰ھ

نے اس آیت کریمہ کے حسب ذیل تین محمل بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ اس آیت کریمہ کا معنی امام فررار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں (بلا اذن چلے جانے پر) یہ گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ یا وارو گیر نہیں کرے گا۔  
 ۲۔ ابو البیہم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔  
 ”کہ حضرت یونس علیہ السلام نے گمان فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا۔“

۳۔ ایک اور امام لغت زجاج کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ”انہوں نے گمان کیا کہ اس (بلا اذن مخصوص جانے پر) اللہ تعالیٰ نے جو مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کا عتاب مقدر کیا ہوا ہے اس کو ٹال دے گا۔“  
 یہ تین محمل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”یہ تینوں تعبیریں صحیح ہیں۔ اور جس شخص نے ”قدر“ کی تعبیر قدرت سے کی یعنی اس طرح کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا دگوا خدا کو اس امر پر قدرت نہیں ہوگی، وہ شخص نہ صرف یہ کہ لغت عرب اور اس کے محاورات سے جاہل ہے بلکہ وہ شخص کافر ہے کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرتا کفر ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے عقیدہ فاسد سے معصوم ہوتے ہیں اور جو شخص ان کے بارے میں یہ کہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا وہ شخص قطعاً کافر ہے۔“

اب ہم آپ کی خدمت میں امام اللغت حضرت جمال الدین مصری کی عبارت کا مکمل ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ حضرت امام فرماتے ہیں۔  
 ”آیت کریمہ ”فَطَنَ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ“ میں ”قدر“ کو اڑھنے

نعت، قدرت اور تنگی دونوں سے مانع و مانا جاسکتا ہے۔ فرمائے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ ہم ان پر وہ تنگی نہیں کریں گے جو ان کے حق میں مقدر کی ہے۔ ابو الہیثم نے کہا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر سہل دیے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رب طریقہ نازا اللہ تعالیٰ سے روٹ کر چل دیے لیکن جس شخص نے یہ کہا ہے کہ یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا وہ شخص قطعاً کافر ہے کیونکہ اس شخص نے قطعاً یہ گمان کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ تھا۔ حالانکہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ان کے پاس ہیں یہ گمان ناجائز ہے ابو الہیثم نے کہا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ یوں ربغیر اجازت جانے سے، اللہ تعالیٰ ان پر دار و گیر نہیں فرمائے گا یا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی نہیں فرمائے گا کیونکہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے "وَمَنْ قُدِّرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ" یعنی جس شخص پر رزق تنگ کر دیا گیا۔ اس آیت میں قدر بمعنی تنگی ہے اسی طرح ایک اور آیت "وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ" کسی شخص کو جب اللہ تعالیٰ نے تنگی رزق میں مبتلا کیا۔ اس آیت میں بھی قدر بمعنی تنگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر اس قدر شدید تنگی میں مبتلا کیا کہ کسی اور شخص کو ایسی شدید تنگی میں مبتلا نہ کیا تھا۔ اور اسی طرح ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا اور رزق جانے سے یہ کہا کہ اس آیت میں قدر بمعنی قضا و قدر اور تقدیر کے ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں ربا اجازت جانے سے ان کے لیے مچھلی کے پیٹ

میں۔ کھٹنے کی جو تنگی مقدر فرمائی ہے اس کو ٹال دے گا اور انہوں نے کہا کہ قدر  
معنی تقدیر کے ہیں آیت اور اسی عربی تفسیر میں بھی آیا ہے۔

ازہری نے کہا جو کچھ نہ جانے کہا ہے اس کے بارے میں امام ابو اسحاق  
نے فرمایا کہ وہ صحیح ہے اور دونوں معنی لغت میں مشہور ہیں قدر بمعنی تقدیر بھی  
اور قدر بمعنی تنگی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس آیت سے  
کیا مراد ہے لیکن جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر  
کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پکڑ نہ سکے گا۔  
تو یہ نا جائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ کی قدرت میں  
ظن کرنا شک کرنا ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ  
نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے۔  
اور اس آیت کا یہ معنی وہی شخص کر سکتا ہے جو لغت عرب اور اس کے محاورات  
سے جاہل ہو۔“ (لسان العرب جلد ۵ صفحہ ۷۷)

مولوی محمود الحسن صاحب کے ہم مسلک حضرات سے گزارش ہے۔ کہ  
امام اللغت حضرت علامہ جمال الدین مصری نے اس آیت میں قدر کے معنی  
کی جو بحث فرمائی ہے اس کو بغور ملاحظہ کریں اور پھر عقل و انصاف اور دینیت  
و امانت کے ساتھ اور تضلیب و تعصب سے بالاتر ہو کر فیصلہ کریں۔ محمود الحسن  
صاحب نے جو اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ یونس علیہ السلام نے سمجھا، کہ  
اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا۔ ”مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ترجمہ اور  
صاحب ترجمہ کا کیا حکم ہونا چاہیے۔

آیت نمبر ۲۴: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

ر الانبیاء - ۱۰۷

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— اور جب تجھ کو ہم نے بھیجا سو مہر ربانی  
کہ جہاں کے لوگوں پر۔“

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ————— ”آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا  
مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہر ربانی  
کرنے کے لیے۔“

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: ————— ”اے محمد ہم نے جو تمہیں بھیجا ہے تو یہ دراصل  
دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ————— ”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سائے  
جہان کے لیے۔“

جن آیات میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور شان  
نمایاں طور پر بیان کی گئی ہے۔ مندرجہ بالا آیت ان آیات بیانات میں سے  
ایک ہے۔ مومن صادق اور سچے امتی کے لیے اس سے بڑھ کر کیا مسرت ہوگی  
کہ اس کے نبی کی شان و عظمت بیان کی جاتے۔ لیکن غور کیجیے کہ بعض مترجمین نے  
اپنے ترجموں میں نبی اکرم کے فضل و کمال کو کس طرح کم کرنے کی کوشش کی ہے۔  
لیکن اعلیٰ حضرت نے حضور کے شایان شان ترجمہ کیا ہے۔ صدر الافاضل نے  
اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:  
”آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ  
تامہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بر جمیع مقیدات رحمت غیبیہ و شہادت  
علمیہ و عینیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ و غیر ذالک تمام  
جہانوں کے لیے عالم ارواح ہو یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں  
یا غیر ذوی العقول۔“



غور فرمائیے یہ کیا سبب ہے کہ مولودوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو  
 سر سے ترحمت مانتے ہی نہیں اور تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کا دائرہ تنگ کر کے صرف دنیا کے مکلفوں تک  
 محدود رکھتے ہیں، اس کے بخلاف اعلیٰ حضرت اور صدالانفاضل حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کی رحمت کا عموم، ثنوں اور اطلاق بیان کرتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ حضور  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کو علی العموم بیان فرماتا ہے وہاں یہ حضرات  
 کیوں تعقید کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت اور صدالانفاضل کیوں ایسے مواقع پر حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہیں، آخر اس فرق  
 کا سبب کیا ہے؟ آپ، خود ہی سوچ لیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔  
 آیت نمبر ۲۵: — قَالَ فَعَلْتُمْهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ط

الشعراء - ۲۰

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت  
 وہ حرکت میں کر بیٹھا اور مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی تھی“

”ضلالت“ کے ایک معنی راہ سے بے خبر ہونے کے بھی ہیں۔ آیت زیر نظر  
 میں ”ضالین“ کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر مولوی اشرف علی تھانوی  
 نے اسے بڑی غلطی کا مفہوم دے دیا۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کی عصمت پر  
 حرف آگیا۔ اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ پڑھیے۔

”موسیٰ نے فرمایا۔ میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی“

آیت نمبر ۲۶: — وَ مَكَرُوا مَكْرًا وَ مَكَرْنَا مَكْرًا

النمل - ۵۰

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم نے

بنایا ایک فریب ۔

آیت نہیر نظر میں مولوی محمود الحسن نے 'مکر' کو فریب کے معنوں میں استعمال کیلئے اور پھر اسے اللہ کی ذات سے نسبت دی ہے۔ ان کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے 'مکر' کو خفیہ تدبیر کے معنوں میں لے کر خدا کی تنزیہ کو برقرار رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے خفیہ تدبیر فرمائی۔“

آیت نمبر ۲۷: أَحَطَّتْ بِمَالِهِمْ تَحِطُّ بِهِ رانمل - ۲۲

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— میں نے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ————— میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔“

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: ————— میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ————— میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی۔“

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دربار لگایا تو ہڈہ کو غائب پایا۔ جلال میں آکر فرمایا: مَا لِحَا لَا أَرَى الْهَدَّ هَدَّ ”مجھے کیا ہوا کہ میں ہڈہ کو نہیں دیکھتا اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ پیش کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ کچھ دیر بعد ہڈہ آیا اور آکر بیان کیا کہ وہ سب سے ہوا۔ آیلے۔ چنانچہ کہا: أَحَطَّتْ بِمَالِهِمْ تَحِطُّ بِهِ ”میں نے اس چیز کا احاطہ کر لیا ہے جس کا آپ نے احاطہ نہیں کیا۔ عرف اور لغت میں نہ حیوانات کے علم کو اور اک کہتے ہیں اور نہ یہاں کوئی ایسا لفظ ہے جس کا ترجمہ علم یا خبر کیا جاسکے۔“

لیکن یہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کے علوم کی نفی کے درپے ہیں۔ کس دیدہ دلیری سے احاطہ کا ترجمہ علم اور خبر کہ سب سے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی حیلہ بہانہ سے نبی کے علم کی کمی بیان کی جائے خواہ وہ کمی ہڈ ہڈ کے مقابلے میں ہی کیوں نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت نے "احاطہ" کا صحیح ترجمہ کیا ہے۔ یعنی میری شعاع بصری نے اس چیز کا احاطہ کر لیا ہے جس چیز کا احاطہ آپ کی شعاع بصری نے نہیں کیا۔ کیونکہ آپ وہاں گئے نہیں۔ ہڈ ہڈ نے تو انتہائی ادب سے گفتگو کی تھی۔ وہ بارگاہ رسالت کا کتاخ نہیں تھا کہ اپنے علم کے مقابلے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کی نفی کی جسارت کرتا۔

آیت نمبر ۲۸: ————— وَكَذَٰلِكَ أَزْهَمُوا — (الاحزاب - ۲۸)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— "اور چھوڑ دے ان کا ستانا۔"

مولوی محمود الحسن کے اس ترجمہ سے یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو ستاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کے ستانے سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہ کذب اور افتراء ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اس آیت کا حقیقی مفہوم واضح کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ۔"

آیت نمبر ۲۹: ————— فَإِن لِّسَاءِ اللَّهِ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ط

(الشوریٰ - ۲۹)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— "سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر۔"

ترجمہ مولوی انور علی تھانوی: ————— "سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے،"

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: ————— "اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر کر دے۔"

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ————— "اور اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت و"

## حفاظت کی ہر فرماوے۔

کفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ نے نبوت کا اعلان کر کے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں سے تکلیف ہوتی تھی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے زیر نظر آیت نازل ہوئی۔ ہم نے اس آیت کے جو تراجم درج کیے ہیں۔ آپ ان تراجم کو پڑھ کر خود فیصلہ کر لیجیے کہ روح قرآن اور اس کے مطالب و مقاصد اور بارگاہِ رسالت کے آداب کے مطابق کس کا ترجمہ ہے۔

آیت نمبر ۳۰: — **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَيْلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ**

(محمد - ۱۹)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — ”اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے“

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے۔“

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: — ”اور معافی مانگو اپنے قصور کے لیے بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی۔“

ترجمین نے اپنے ترجموں میں ایسے الفاظ استعمال کیے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور دار بنا ڈالا۔ ذرا غور کیجیے ان غیر محتاط تراجم کے مطالعے سے ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا۔ کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک منہ بولا ہتھیار ہتھیار ہتھیار کے موجب نہیں ہوں گے، کیا

ان تراجم سے عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا مسلم عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؛ ان تراجم کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ ایمان و عرفان اور علم و تحقیق کا ایک حسین مرقع ہے۔ انہوں نے خدائے قدوس کے کلام پاک کے شایانِ شان ترجمہ کر کے حضورِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محبوبیت اور عظمتِ مصطفویت کو کتنے عمدہ پیرایہ میں اُجاگر کیا۔ ہے اور کسی طویل تفسیر کے بغیر ترجمہ میں ہی ساری بات واضح کر دی ہے کہ "مؤمنین و مومنات" سے تمام مسلمان مرد و زن مراد ہیں اور "ذُنُوبِكُمْ" میں اُمتِ مسلمہ کے خواص کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شفاعت و مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خطاؤں کا ذکر نہیں کیونکہ آپ کی ذات معصوم اور پاک ہے جن کی زبان وحی ترجمان اور جن کا سینہ الم نشرح کا گنجینہ ہو۔ جو شفیع المذنبین ہوں جن کے معاملہ کو خدا اپنا معاملہ اور جن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمائے ان کے متعلق گناہ و خطا کی نسبت کا تصور بھی گناہ اور خطا ہے۔

۷۔ یہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں

کے گناہوں کی معافی مانگو۔"

آیت نمبر ۳۱: — إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۗ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ

مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ .

والفتح - ۲۰

ترجمہ مرسوی اشرف علی تھانوی: — بے شک ہم نے آپ کو ایک کلمہ کھلا فتوح

دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی کچھاپی خطا میں معاف  
فرمادے۔“

ترجمہ مولوی محمود الحسن : ————— ”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ  
تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ  
اور جو پیچھے رہے۔“

یہاں بھی مترجمین نے خطاؤں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے  
منسوب کر دیا۔ ان غیر محتاط مترجمین کے تراجم سے تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی۔  
اور خدا نے اس آیت میں ان کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے لیکن اعلیٰ حضرت کے  
محقق قلم نے عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا بیان  
افروز ترجمہ کیا ہے جو ان کے عدیم المثال فہم قرآن پر ولالت کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا  
ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

”بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے

سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے کچھپوں کے۔“

۱۔ اس آیت کے تفسیری حاشیہ میں صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی نے

تفسیر خازن اور تفسیر روح البیان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

”یعنی تمہاری بدولت اُمت کی مغفرت فرمائے۔“

۲۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر ارقام فرمائی ہے۔

امام رازی اور شیخ صاوی نے افادہ فرمایا: اور تمہاری بدولت مسلمانوں  
کی مغفرت فرمائے۔ ان صورتوں میں قواعد عربیہ کے مطابق حذف مضارع

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے مستفاد ہوا۔ اس آیت میں اُمت

کے ذنوب کی نسبت آپ کی طرف کر دی ہے کیونکہ قوم کے افعال کی نسبت اس کے قائد کی طرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ فلاں چیزیں ہا۔ گیا اور یہ اسناد مجاز عقلی ہے۔

۴۔ علامہ آٹوسی لکھتے ہیں کہ

یہاں مغفرت کا اطلاق اس چیز پر ہے جس کو حضور اپنی نظر سے عالی کے پیش نظر ذنوب خیال فرماتے ہیں۔

۵۔ شیخ ابوسعود لکھتے ہیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بااوقات تشریحی ضرورتوں کے سبب سے افضل اور اولیٰ امر کو ترک فرمادیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان امور کا ترک کرنا بھی جائز ہے اور یہ مغفرت اس ترک کی طرف راجح ہے۔ اگرچہ یہ ترک معصیت نہیں ہے۔

۶۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ

ابراہیم کی نیکیاں بھی مقربین کے ہاں گناہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے امور کی مغفرت کا اعلان کر دیا۔

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"نہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہے نہ کرنا ہے لیکن اگر بضر محال کوئی گناہ ہو بھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے۔"

۸۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ

جب وما ادری ما یفعل بی ولا یکم "رہ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا" نازل ہوئی تو

مشرکین نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا ہمارا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال برابر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی حضور کا انجام خیر معلوم ہے اور کفار کا حال بد۔ پھر برابر ہی کیسی ہے!

۹۔ علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ

یہ اظہارِ معفرت کا ایک کلمہ شریف ہے جیسے بادشاہ کسی وزیر کو خوش ہو کر کہہ دے جاؤ تمہارے ساتھ خونِ معاف۔ بغیر اس بات کے کہ اس نے کوئی خون کیا ہو یا کرنا ہو۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہو کر آپ کی معفرت کا اعلان کر دیا بغیر اس امر کے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی گناہ کیا ہو یا کرنا ہو۔

۱۰۔ شیخ عزیز الدین ابن سلام لکھتے ہیں کہ

”تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی معفرت کا اعلان نہیں کیا۔ اسی سبب سے عرصہ حشر میں ابتداءً انبیاء علیہم السلام لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی فکر کا اظہار کریں گے۔ اگر دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معفرت کا اعلان نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شفاعت کرنے میں تامل فرماتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ کی معفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دے دی تاکہ آپ روزِ حشر اپنی طرف سے بے فکر اور مطمئن ہو کر امت کی شفاعت کر سکیں۔“

۱۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ

”معفرت کے معنی ستر ہیں اور ہمارے حق میں معفرتِ ذنوب کا مطلب



یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں مغفرت و نوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ تعالیٰ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے۔ اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔

۱۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصمت کے باوصف امثال امر اور تواضع کی وجہ سے کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اظہارِ اجابت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

۱۳۔ سیدی عبدالعزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ

معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے جب بندے اور خدا کے درمیان غلبہ شہوت، غلبہ غضب یا غلبہ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح بندے کی جسمانی کثافت بشری بیولانیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مغفرت الہی سے بے بہرہ، حضور و شہود سے غافل اور کسبِ معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے اسی وجہ سے وہ جمالِ ذات کے محرم اسرار اور صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں پھر گناہ کما

نیز سیدی عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ  
 'نجس اور متعین کپڑے پر آکر مکھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی  
 نہ ہوں گی اور یہ حجاب بمنزلہ کپڑا اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں پس  
 جب انبیاء علیہم السلام اور خدکے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا  
 اور یہ رفع حجاب حسب مراتب ہوتا ہے۔'  
 پھر فرماتے ہیں :

غفر کا معنی ہمارے حق میں ستر ذنوب اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں  
 عدم ذنوب ہوتا ہے۔'

اس تمہید کے بعد آیت زیرہ نظر کا مطلب بیان فرماتے ہیں کہ  
 'إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا' پیارے ہم نے اپنے اور تمہارے  
 درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا۔ اور فتح مبین کر دی ہے تاکہ  
 تم ہمیشہ مشاہدہ ذات و صفات میں مستغرق اور منہمک رہو اور تمہاری  
 زندگی گزشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطارہ نہ پاسکے نہ  
 اجتماداً نہ عمداً۔'

۱۴۔ گناہ کا سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے۔  
 جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبت نفس آتی ہے تو معصیت  
 جہنم لیتی ہے اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت  
 ہے جب انسان محبت الہی سے مرشارہ ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت  
 اور نیکی سے الفت ہو جاتی ہے پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل اور  
 شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبلہ پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ جب  
 دل اس کی یاد سے محروم اور آنکھیں جلوؤں سے محمور ہوں تو انسان اس

کی خاطر سر کٹا سکتا ہے لیکن خواہش کے آگے سر تہکا نہیں سکتا۔  
 آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کے لیے اپنی محبت  
 کی راہوں کو نشاۃِ بردیا تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی  
 ایسا عمل نہ آنے پائے جو محرومِ محبت کا ثمرہ ہو۔

آیت نمبر ۳۲: — وَالنَّجْمِ ذَا هَوٰی ۝ رابعہم۔ ۱۱

ترجمہ مولوی محمود الحسن: — قسم ہے تارے کی جب گرسے۔

ترجمہ مولوی شرف علی عثمانی: — قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب غروب ہونے لگے۔

ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی: — قسم ہے تارے کی جبکہ وہ غروب ہوا۔

مندرجہ بالا تراجم میں ستارے گرنے یا غروب ہونے کا بیان ہے جس

کی کنہ اور حقیقت ٹھک پہنچنا عام قاری کے لیے ناممکن کی حد تک مشکل ہے۔

نیز ان تراجم سے کلام خداوندی کی جامعیت و بلاغت اور تمام تعظیفات

صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و عظمت بھی واضح نہیں ہوتی۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا

ترجمہ ایسا جامع، واضح اور بلیغ ہے کہ کوئی انصاف پسند اہل ذوق اس کی داد

دیتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ترجمہ انتہا درجہ کی عقیدت و محبت کا مرقع نظر آتا ہے۔

”نجم“ کے مطلب کے ساتھ اس کی مراد بھی واضح کر دی گئی ہے۔ چونکہ سورہ النجم میں

”حنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیر آسمانی رحمت رحمتی کا ذکر ہے اس لیے متذکرہ

ترجمہ کے مطابق، ذکرِ عرش سے ہی ابتداء کی گئی ہے اس طرح حنور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی جلالت و عظمت نمایاں ہو جاتی ہے جسے ایک عام قاری بھی باسانی سمجھ سکتا

ہے اور یہی تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رکما فی

المظہری والمعالم وغیرہما، متذکرہ آیت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے

اس طاق لیا ہے۔

”اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم تب یہ معراج سے اترے۔“  
 آیت نمبر ۳۳: لِمَعَشَرَ الْجِبِّ وَالْإِنْسِ إِنْ أَشْتَقَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا  
 مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَأَنْفُذُوا هَلَّا تَنْفُذُونَ  
 إِلَّا بِسُلْطٰنٍ ؕ (الرحمن - ۳۳)

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: — ”اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو ہم بھی دیکھیں (نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے) اور زور سے نہیں۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت: — ”اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔“

تھانوی صاحب کے مندرجہ بالا ترجمہ سے تاثر ملتا ہے کہ انسان کرۂ ارض سے باہر نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ آج سے چند سال پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کرۂ ارض سے باہر نکل کر چاند پر جا پہنچا ہے۔ اس قسم کے ترجموں سے نثر ادیبوں کے اذہان میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کو ترجمہ کی وساطت سے سمجھنا ہے اور جب سائنس کے مشاہدات و تجربات کے خلاف ان کو ترجمہ نظر آئے گا۔ تو قرآن حکیم پر ان کا ایمان و ایقان متزلزل ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بلا ہے۔ اسے پڑھ کر قرآن مجید پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائنس نے کائنات کے جن سر بستہ رازوں سے اب پردہ اٹھایا ہے قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ

کا مفاد یہ ہے کہ انسان زمین کے کناروں سے تو باہر نکل سکتا ہے۔ لیکن اللہ کی سلطنت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ پس انسان چاند چھوڑ کر مرتخ پر بھی چاہئے تو اس ترجمہ کی روشنی میں قرآن کا خلاف لازم نہیں آتا۔

آیت نمبر ۳۴: وَمَثِيَمًا بِنْتِ عِثْلَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ قَرْبَهَا۔

(التخريم - ۱۲)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ————— "اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی مٹھوت کی جگہ کو۔"

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ————— "اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پار سائی کی حفاظت کی۔"

یہ آیت حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت و تقدیس کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ اب دونوں تراجم پر نظر ڈالیے۔ مولوی محمود الحسن کا ترجمہ بلاشبہ درست لفظی ترجمہ ہے لیکن ہر زبان کا اپنا اپنا انداز و اسلوب بیان ہوتا ہے۔ مترجم کا فرض ہے کہ وہ اصل زبان کا صحیح مفہوم سمجھ کر اسے اس زبان کے اسلوب بیان میں ڈھالے جس میں وہ عبارت کو منتقل کر رہا ہے۔ عربی زبان میں حصن کا لفظ محفوظ کرنے، روکنے اور قلعہ کے معنوں میں آتا ہے لیکن یہ تمام معانی اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے بنیادی معنی حفاظت کے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ "فرج" کے لفظی معنی بلاشبہ جائے شہوت ہیں لیکن اردو میں یہ لفظی ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے مراد ہی ترجمہ کیا ہے اس میں عربی کی اصل روح بھی برقرار ہے اور اردو زبان کا احترام پسندانہ اسلوب بھی قائم ہے۔

آیت نمبر ۳۵: وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ (الضحیٰ - ۷)

marfat.com

ترجمہ مولوی محمود الحسن : اور پایا تجھ کو جھٹکتا پھر راہ سجائی۔

مولوی محمود الحسن کے ترجمہ میں لفظ "جھٹکتا" قابل غور ہے ذیل میں اردو کی چند مستند لغتوں سے اس کے معنی درج کیے جاتے ہیں۔

جھٹکتا: — گمراہ ہونا۔ راہ بھولنا۔ بے راہ چلنا۔ آوارہ ہونا۔ سرگشتہ ہونا۔ ڈالواں ڈول ہونا۔ رفرنگ آئینہ

جھٹکتا: — گمراہ ہونا۔ راہ بھولنا۔ بے راہ چلنا۔ آوارہ ہونا۔ سرگشتہ ہونا۔ ڈالواں ڈول ہونا۔ رفرنگ آئینہ

جھٹکتا: — گمراہ ہونا۔ رستہ بھولنا۔ بے راہ ہونا۔ آوارہ ہونا۔ جامع اللغات

جامع اللغات

مترجم نے ایک لفظی معنی کے پیچھے پڑ کر یہ نہ سوچا کہ ان کے قسم سے سر عظیم القدر بستی کا دامن عنایت چاک ہو رہا ہے۔ ایک لفظ کے ہر جگہ ایک معنی نہیں ہوتے۔ سنال کے معنی گمراہ کے بھی ہیں لیکن اس کے معنی کسی امر کی طلب اور محبت میں محو ہو جانے کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔

قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ اَقْدٰمٍ ۝ رِیُوْسَ ۝ ۹۵

ترجمہ: بیٹے یوسف! خدا کی قسم آپ اپنی اس پرانی خود رستگی میں ہیں۔

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں محویت کو سنبلان کہا گیا ہے

اسی طرح صحابی زبان میں آتا ہے۔ فصل العا۔ فی اللہین "پانی دودھ میں مل گیا"

البتہ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیوں ہم یہاں گمراہ کے معنی نہ لیں اور کیوں

محبت میں محو اور خود رستہ کے معنی لینے کے لیے ہم مجبور ہیں اس کی وجہ اور

سبب یہ ہے کہ جس کتاب نے حضور سید الکوین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعلان

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ (النجم - ۲)

ترجمہ: تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

تو پھر وہی کتاب یہ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ "تجھ کو بھٹکتا پایا۔" لہذا یہ معنی قطعاً غلط ہیں۔ امام رازی، امام راغب اصفہانی، علامہ سلیمان حبل، علامہ صاوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ضلالت کا استعمال محبت کیلئے بھی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت دانی اور حُبت۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

# کنز الایمان کے ادبی کمالات

چھپے صفحات میں انتہائی اختصار سے تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں چند آیات کے تراجم اہلور مشے نمونہ از خردوارے پیش کئے گئے ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت برہنوی کا ترجمہ علمی، لغوی اور اعتقادی لحاظ سے باقی تراجم پر فوقیت رکھتا ہے۔ اب ذرا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ادبی کمالات پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے اور یہ ذہن میں رکھئے کہ جن صفات کے تراجم تقابل کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، اعلیٰ حضرت نے ان سے بہت پہلے یہ ترجمہ تحریر کیا ہے۔ اس دور میں اردو اس قدر ترقی یافتہ زبان نہیں تھی جتنی آج ہے مگر انہوں نے جو کچھ برسوں پیشتر لکھا ہے اسے پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آج کا ادیب ترجمہ تحریر کر رہا ہے۔

بخوف طوائف صرف چند آیات کے تراجم پیش کئے جلتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کریں گے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کتنے ادبی اوصاف موجود ہیں اور انہوں نے اپنے کو ثر و تسنیم سے دھلے ہوئے قلم سے کتنا پاکیزہ ترجمہ قرآن اردو کے حوالے کر کے اس کے احساس تہی مائیلی کو ختم کر دیا ہے اور اس طرح مشہور صوفی شاعر اور عارف باللہ جناب خواجہ میر درد دہلوی علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پیشگوئی کا صحیح مصداق ثابت ہوئے:

اے اردو! گہرا نا نہیں تو فقروں کا لگایا ہوا پودا ہے  
نوب پھلے پھولے گی تو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ



ایسا آئے گا کہ قرآن وحدیث تیری آغوش میں آکر آرام  
کریں گے۔“

(میخانہ درد صفحہ ۱۵۳ مولفہ سیدہ نازہ نذیر فراقی دہلوی)

تراجم قرآن کے تقابلی مطالعہ کے سلسلہ میں ذیل میں چند آیات کے ترجمے ملاحظہ فرمائیے۔

آیت نمبر ۱ :- وَخَنُّ نُسَبِحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرہ - ۳۰)  
ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی :- ”اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

بِحَمْدِكَ اور تقدیس کرتے رہتے ہیں۔“

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی :- ”ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے  
اور تیری پاکی بولتے ہیں“

آیت نمبر ۲ :- يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ

(یوسف - ۶)

ترجمہ مولوی محمود الحسن :- ”سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا۔“

”تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھاؤں گا۔“

آیت نمبر ۳ :- سُوْرَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَ

أَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

(النور - ۱)

ترجمہ مولوی محمود الحسن :- ”یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور

ذمہ پر لازم کی اور اتاریں اس میں باتیں صاف“

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی :- ”یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم

نے اس کے احکام فرض کئے اور ہم نے اس

میں روشن آیتیں نازل فرمائیں۔“

آیت نمبر ۴ : \_\_\_\_\_ وَقَالَ الرَّسُولُ يُذَبِّ إِنْ قَوْمِي اتَّخَذُوا

هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان - ۳۰)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم

نے مجھے ایسا ہے اس قرآن کو چھک چھک

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب میری

قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا

آیت نمبر ۵ : \_\_\_\_\_ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان - ۴۴)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ اب آگے کو ہونی ہے مٹھو بھڑ

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ تو اب ہو گا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا

آیت نمبر ۶ : \_\_\_\_\_ وَإِذْ كُنَّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ

وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ

رَض - ۴۵

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ ” اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحق اور

یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی : \_\_\_\_\_ ” اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب

کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ ” اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور

یعقوب قدرت اور علم والوں کو

آیت نمبر ۷ : \_\_\_\_\_ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا (المعارج - ۱۹)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ بے شک آدمی بلسہ جی کا کچا

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ بے شک آدمی بنایا گیلے بڑا بے صبر حرامیں

آیت نمبر ۱۸ : \_\_\_\_\_ وَحَدَّائِقُ عُبَّاءَ ۱ (عبس - ۳۱)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ اور گھمن کے باغ

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ اور گھنے باغیچے

آیت نمبر ۹ : \_\_\_\_\_ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُجِرَتْ ۲ (التکویر - ۵)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ اور جب جنگل کے جانوروں میں رول پڑ جائے

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ اور جب وحشی جانور جمع لے جائیں

آیت نمبر ۱۰ : \_\_\_\_\_ فِيهَا كُتُبٌ قِيمَةٌ ۳ (البینہ - ۳)

ترجمہ مولوی محمود الحسن : \_\_\_\_\_ اس میں لکھی ہیں کتابیں فیوض

ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی : \_\_\_\_\_ ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا ہے یہ ایک ایسا مومنوت ہے جس پر تفصیلی بحث کسی آئندہ فرصت

میں ہو سکتی ہے۔

دکھاؤں کا تماشایا دی اگر فرصت زمانہ

میرا پر داغ دل اک نخل ہے سرو چیراغاں کا

بہر حال ان چند مثالوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ

قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص علما میں ہوتا

ہے جن کی قاعدت پر رسولؐ فی العلم کی قیاساً آتی ہے۔ قرآن کریم سے ان کو غیر معمولی شغف

تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں برسوں تدبر کیا۔ اسی مسلسل تدبر و تفکر کا نتیجہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کو قرآن

پاک سے خاص مناسبت ہو گئی۔ ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا نچوڑ ہے جس کی

چند جگہاں پچھلے صفحات میں پیش کی گئی ہیں۔

ہزاروں سال زکس اپنی بے فوری پر روتی ہے

یہی مثل سے ہوتا ہے تو میں دیدہ و پیرا



کے ترجمہ سے ہم آہنگ نہیں لیکن انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ تھانوی صاحب کا ترجمہ لغوی اعتبار سے بالکل غلط ہے۔

مقبول احمد فاوری رضوی ضیائی

## ذنب و استغفار

(سید ذکی الدین - کلکتہ)

قرآن پاک میں کسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ استغفر لذنوبک اور ذنب کے معنی گناہ کے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اس کے معنی گناہ لکھے ہیں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مجازاً گناہ کہہ دیا ہے اور یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر ذنب بہ معنی گناہ مجازی معنی میں مستعمل ہو ہے تو اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔



(نگار) لفظ ذنب اور اس کی جمع ذنوب قرآن مجید میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کا ترجمہ گناہ ہی کیا جاتا ہے۔ عربی میں ذنب کے علاوہ اور بھی چند الفاظ ہیں جو قریب قریب اسی کے ہم معنی ہیں جیسے جرم، اثم، معصیت لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان سب کے معنی میں فرق ہے جو محل استعمال سے تعلق رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں صرف لفظ ذنب ہی نہیں بلکہ لفظ استغفار بھی قابل غور ہے۔ کیونکہ استغفار کے معنی بھی عام طور پر سمجھے جاتے ہیں اور اس طرح استغفر لذنوبک کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اپنے گناہ سے توبہ کرو اور اس سے یقیناً یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ بھی سزا دہ ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلق ہے استغفار اور ذنب دونوں کا مفہوم وہ نہیں ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اصولی طور پر یہ دیکھنا چاہیے کہ سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال لڑا کہ وہ  
ذنب یمن کے قلمب ہوتے تھے کس حد تک درست ہو سکتا ہے جس وقت ہم قرآن  
پاک کی ان آیات پر غور کرتے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اخلاق پر روشنی پڑتی تو  
معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی جس کے متعلق یہ کہا گیا ہو کہ لَقَدْ  
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب - ۲۱) اور مَا يَنْصُرُوْنَ  
الْهُوَىٰ اِنَّ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم - ۲۳) وہ کیوں کر کسی کا قلمب ہو سکتا تھا۔  
اب آئیے ان آیات پر غور کریں جن میں ذنب اور استغفار ذنب کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ مومن میں ارشاد ہوتا ہے :-  
فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِدٰنِيْكَ وَاَسِيْبِهِ  
يَحْمَدُ رَبَّكَ يَا لَعْنَتِيْ وَالْاِيْكَارِ (مومن - ۵۵)

سورہ محمد میں ارشاد ہوتا ہے :-  
فَاَعْلَمَ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَسْتَغْفِرْ لِدٰنِيْكَ  
وَاللّٰمُوْمِيْنَ وَالْمُوْمِنٰتِ (محمد - ۱۹)

سورہ فتح میں ارشاد ہوتا ہے :-  
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ  
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ (فتح - ۲۰۱)  
اسی طرز سے سورہ نصر میں ارشاد ہوتا ہے :-

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَاَرَايْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ  
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاَسْتَغْفِرْ  
لَهُ كَانَ تَوَّابًا

اس قدر عجیب بات ہے کہ یہ تمام آیات وہ ہیں جن میں غلبہ اسلام و فتح اسلام کی

بشارت دی گئی ہے اور اس کا کوئی موقع ہی نہیں کہ اس سلسلہ میں استغفار اور ذنب کے وہ معنی لئے جائیں جو عام طور سے سمجھے جاتے ہیں۔

استغفار کا مادہ ففر ہے جس کے معنی ڈھانپنے یا کسی چیز کو کسی جگہ محفوظ کر دینے کے ہیں اس کا مفہوم توبہ قرار دینا درست نہیں۔ اب لفظ ذنب کو لیجئے عربی میں ذنب لفظ نون کے معنی پیچھے چلنے اور اتباع کرنے کے ہیں اور یہ مفہوم کسی نہ کسی طرح اس کے تمام مشتقات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ذنب کے معنی بھی تیسرے فعل یا فر و گذاشت کے ہوں گے جو جرم گناہ یا معصیت کے مفہوم سے بالکل علیحدہ ہے جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جہاں جہاں استغفار اور ذنب کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ علیہ اسلام و فتوحات اسلام کے سلسلہ میں اس کے نتائج کی بہتری اور انسانی کمزوریوں کی وجہ سے جو فر و گذاشت ہو جائے اس کی تلافی کی دعا کریں۔

(نگار - کراچی - جون ۱۹۶۲ء)

ص ۳۲ - ۳۳

# قطر تاریخ وصال

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل ریوی <sup>قدس سرہ</sup>

نتیجہ فکر

حضرت مولانا غلام احمد انگریز امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۶ھ)  
 خلیفہ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
 حامی دین مستین احمد رضا رفت از دنیا سوئے خلد ہیں  
 این جہاں از رفتش تاریک شد شد غروب آل آفتاب علم ہیں  
 واصف و شیدائے محبوب خدا و شایع اعناقی جملہ لمحبتیں  
 و درینارفت زیں دار فنا مومنان زاندوہ و غم زار و خرابیں

گفت انگریز بہر تاریخ وصال

”نادر العصر آفتاب علم و دین“

۱۳ ۴۰

ولہ

وصل حق چوں رضائے احمد یافت و تدوہ عالمان برو بگر  
 کلاب انگریز نوشت سال وفات ”زبدۃ مومنین و فاضل دہر“

۱۳ ۴۰  
 رالفقیہ امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء



میرے کریم سے کہ قطرہ ہی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں، رہا دیئے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا

جس سمت آگے ہو سکا ٹھا دیئے ہیں